

تصور عبادت

[یہ مصنف کی طبع شدہ کتاب ”اسلامی عبادات: تحقیقی مطالعہ“ کا ایک جزو ہے۔ قارئین ”اشراق“ کے افادے کے لیے اس کتاب کے جملہ مباحث بالاقساط شائع کیے جا رہے ہیں۔]

۳

اشکال و رسوم عبادت

ہر قوم میں عبادت کے کچھ طریقے اور مراسم مقرر ہیں جن کی لوگ دوران عبادت پابندی کرتے ہیں۔ یہ طریقے اور رسمیں مقصود عبادت، یعنی خدا کی یاد اور اس کی اطاعت و بندگی کے اظہار کے لیے مقرر کی گئی تھیں، لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ عبادت کے اشکال و مراسم ہی کو اصل اہمیت حاصل ہو گئی اور مقصود عبادت نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ بھی ہوا ہے کہ اشکال عبادت کے اختلاف کی وجہ سے مذہبی نزاعات پیدا ہوئے، ایک قوم نے دوسری قوم کو گم راہ قرار دیا اور بسا اوقات نوبت جدال تک پہنچ گئی۔ آج بھی مختلف قوموں کے درمیان مذہبی اختلافات کی ایک بڑی وجہ عبادت کے اشکال و اعمال کا اختلاف ہی ہے۔

ماضی میں یہود و نصاریٰ نے اس معاملہ میں کافی غلو کا مظاہرہ کیا ہے۔ قبلہ عبادت کے مختلف ہونے کی وجہ سے ایک نے دوسرے کو گم راہ اور بے دین قرار دیا اور باہم اختلاف و نزاع کی آگ اس شدت کے ساتھ بھڑکی کہ ان کے عبادت خانے بھی اس کے شعلوں سے محفوظ نہ رہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر ان لفظوں میں ہوا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ

”اور ان سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مساجد

نقطہ نظر

یُدْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا
 أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا
 خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي
 الْأَحْيِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ. وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ
 وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُولَّوْا فَتَمَّ وَجْهُ اللَّهِ إِنَّ
 اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ. (سورہ بقرہ: ۱۱۴-۱۱۵)

میں اس کے ذکر سے روکیں اور ان کی ویرانی کے
 درپے ہوں۔ ان کے لیے زیبا نہ تھا کہ ان میں داخل
 ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی
 اور آخرت میں بڑی سزا ہے۔ مشرق ہو یا مغرب
 دونوں اللہ ہی کے ہیں تو جدھر بھی رخ کرو اسی طرف
 اللہ موجود ہے۔ اللہ وسعت والا اور علم والا ہے۔“

یہود نے اس کوتاہ اندیشی اور ظاہر پرستی کا مظاہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اس وقت کیا جب تحویل قبلہ
 کا حکم نازل ہوا۔ انھوں نے اس تبدیلی پر کافی شور و غوغا برپا کیا۔ ان نادانوں کو بتایا گیا کہ سمت قبلہ کا اختلاف دین
 میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اصل اہمیت نیکی کو حاصل ہے اور یہی اس کا مغز و جوہر ہے اس لیے اس کے حصول میں
 مسابقت کی جائے۔ قرآن کے الفاظ ہیں: وَلِكُلِّ وُجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيٰهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (سورہ بقرہ:
 ۱۴۸) اسی سورہ میں آگے چل کر اس حقیقت کو ان لفظوں میں مزید واضح کیا گیا ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولَّوْا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ
 الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ
 بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ
 وَالنَّبِيِّنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي
 الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ
 السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ
 الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ
 إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ
 وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
 صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ.

”نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کر لو یا
 مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر،
 روز آخرت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر، اور نبیوں پر
 ایمان رکھے۔ اور مال کی حاجت و محبت کے باوجود
 اس کو رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور
 سوال کرنے والوں کو دے نیز گردن چھڑانے میں خرچ
 کرتا ہو، اور نماز قائم کرتا ہو اور زکوٰۃ دیتا ہو، اور جو لوگ
 عہد کر لینے کے بعد عہد کو پورا کرتے ہوں، اور تنگ دستی،
 بیماری اور جنگ میں ثابت قدم رہتے ہوں۔ ایسے ہی
 لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ فی الواقع خدا ترس ہیں۔“

(سورہ بقرہ: ۱۷۷)

دوسری قوموں کی طرح مشرکین عرب بھی مذہبی اعمال و رسوم کی پیروی کو مقصود عبادت سمجھتے تھے۔ چنانچہ دستور
 کے مطابق وہ حج سے واپسی پر اپنے گھروں میں پیچھے سے داخل ہوتے اور اس کو ایک بڑی نیکی خیال کرتے تھے۔

قرآن نے اس رسم کو بے فائدہ قرار دیا اور بتایا کہ نیکی دراصل تقویٰ ہے:

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.

(سورہ بقرہ: ۱۸۹) اللہ کی نافرمانی سے بچو تا کہ تم کو فلاح حاصل ہو۔“

ایام حج میں عرفات سے واپسی کے بعد حجاج منیٰ میں قیام کرتے ہیں۔ اس قیام کی مدت میں اختلاف ہوا تو فرمایا گیا: ”اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو، جو شخص دو دنوں میں اٹھ کھڑا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو ٹھہرا رہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ یہ رعایت ان کے لیے ہے جو تقویٰ کا لحاظ رکھتے ہوں۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو اور حجاج کو کہ تم اس کے حضور میں اکٹھے کیے جاؤ گے۔“ (سورہ بقرہ: ۲۰۳)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ اسلام عبادت کے اشکال و مراسم کی بجا آوری کا حکم تو دیتا ہے کہ ان کے بغیر عبادت کی ادائیگی ممکن نہیں ہے، لیکن وہ اس میں غلو کو پسند نہیں کرتا کہ یہ چیز عبادت گزار کو مقصود عبادت سے، جو دراصل نیکی اور تقویٰ ہے، غافل کر سکتی ہے۔ اگر مقصد عبادت حاصل نہ ہو تو مجرد عبادت کے ظاہری اعمال و رسوم کی ادائیگی سے کوئی فائدہ نہ تو اس دنیا میں حاصل ہوگا اور نہ ہی آخرت میں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی واضح کیا کہ ظواہر عبادت میں غلو کوئی پسندیدہ چیز نہیں، بلکہ منافی عبادت ہے۔ عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرہ کے پاس اس حال میں دیکھا کہ لوگ آپ سے مسائل پوچھتے جاتے تھے۔ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ میں نے رمی کرنے سے پہلے قربانی کر لی۔ آپ نے فرمایا، اب رمی کر لو، اس میں کچھ حرج نہیں (رم و لا حرج فیہ) دوسرے نے کہا، یا رسول اللہ میں نے قربانی سے پہلے سرمنڈوا لیا۔ آپ نے فرمایا، اب قربانی کر لو، اس میں کچھ حرج نہیں (انحر و لا حرج) پس آپ سے جس چیز کی بابت پوچھا گیا، خواہ وہ مقدم کی گئی ہو یا موخر، تو آپ نے یہی فرمایا کہ اب کر لو کوئی حرج نہیں (افعل و لا حرج فیہ)۔

مناسک حج میں تقدیم و تاخیر سے متعلق ایک دوسری روایت ملاحظہ ہو:

۴۵ بخاری و مسلم، مزید دیکھیں، کتاب العلم لابن عبدالبر، ج ۱، ص ۲۴ (حدیث نمبر ۱۲۷)۔

عن اسامة بن شريك، قال خرجت مع رسول الله حاجاً فکان الناس ياتونه، فممن قال يارسول الله سعيت قبل ان اطوف او اخرت شيئاً، فکان يقول لا حرج الاعلى رجل افترض عرض مسلم وهو ظالم فذالك الذى حرج وهلك. (مشکوٰۃ، کتاب المناسک)

”اسامہ بن شریک کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے نکلا۔ پس لوگ آپ کے پاس آتے، کوئی کہتا یا رسول اللہ، میں نے طواف سے پہلے سعی کر لی، کوئی کہتا، میں نے فلاں چیز پہلے کر لی اور فلاں چیز بعد میں کی۔ آپ ان کو جواب دیتے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ حرج کی بات اور ہلاک کرنے والی بات تو یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی عزت پر حملہ کرے۔“

معلوم ہوا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں پر جو عبادات فرض کی ہیں ان میں اصل اہمیت اعمال و رسوم کو نہیں، بلکہ اس کی روح یعنی تقویٰ کو حاصل ہے۔

عبادات کی غایت

اسلام میں جو چار عبادتیں (نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج) فرض ہیں ان کا مقصود، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، تقویٰ ہے، یعنی دل کی کامل رضا مندی سے اللہ کی فرماں برداری۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا کی اطاعت و بندگی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خود آدمی کا نفس اور اس کی مٹلون خواہشات ہیں۔ یہ خواہشات بڑی سرکش اور منہ زور واقع ہوئی ہیں۔ اگر آدمی ہمہ وقت بیدار اور ہشیار نہ ہو اور ان بے عنان خواہشات کو مغلوب کر کے نہ رکھے تو یہ نہایت آسانی کے ساتھ قلب و دماغ پر اپنا غلبہ و تسلط جمالیتی ہیں۔ اس غلبہ کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خود اس کا نفس ہی اس کا معبود بن جاتا ہے اور وہ خواہشات نفسانی کی پیروی میں ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ. ”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات

(سورہ جاثیہ: ۲۳) نفس کو ہی اپنا معبود بنا لیا ہے۔“

اسلامی عبادات کی سب سے بڑی غرض یہی ہے کہ مومن ہواے نفس پر قابو یافتہ ہو اور خواہشات کی اطاعت و غلامی کے بجائے خدائے واحد کی دل سے فرماں برداری کرے اور کسی حال میں اس کے حکم سے روگردانی نہ کرے، دوسرے لفظوں میں تقویٰ کی زندگی گزارے۔ مختلف عبادات کے ذکر میں اس حقیقت کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً نماز کے ذکر میں ہے:

نقطہ نظر

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا. (سورہ مریم: ۵۹)

”پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور خواہشات نفس کی پیروی کی۔ یہ لوگ عنقریب اپنی گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ترک نماز کا لازمی نتیجہ اتباع شہوات ہے اور اسی سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ قیام نماز کا ایک بڑا مقصد نفس کے غلبے کو توڑنا ہے۔ فرمایا گیا ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ. (سورہ مائتہ بقرہ: ۲۵)

”بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔“

زکوٰۃ کے ذکر میں ارشاد ہوا ہے:

وَسَيَحْبِبْنَهَا الْأَتَقَى، الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى. (سورہ لیل: ۱۷-۱۸)

”اس (نارحیم) سے اس خدا ترس کو محفوظ رکھا جائے گا جو اپنا مال اس لیے دیتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔“

اور پرکی آیت میں جس پاکیزگی کا ذکر ہے اس سے مراد بخل اور حرص مال کی گندگی سے نفس کا پاک ہونا ہے:

وَمَنْ يُوقِ شَحْ نَفْسِهِ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (سورہ تغابن: ۱۶)

”اور جو شخص حرص نفس کی آلودگی سے محفوظ رکھا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے۔“

روزہ کے بیان میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. (سورہ بقرہ: ۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر وہ فرض تھے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔“

حج کے ذکر میں ہے:

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَآؤَهَا وَلَكِنَّ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ. (سورہ حج: ۳۷)

”اور اللہ کو نہ جانوروں کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون، اس کے پاس جو چیز پہنچتی ہے وہ صرف تمہارا تقویٰ ہے۔“

مشرکین عرب کے یہاں یہ دستور تھا، اور یہود میں بھی یہ رسم مروج تھی، کہ وہ جانوروں کی قربانی کر کے اس کا خون عبادت گاہ پر چھڑکتے اور اس کے گوشت کو مذبح پر جلا کر اس کی خوشبو کو خدا تک پہنچاتے اور یہ گمان کرتے کہ خدا

اس عمل سے خوش ہوتا ہے اور ان کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ انھیں بتایا گیا کہ قربانی کا مقصد ان ظاہری اعمال و رسوم کی انجام دہی نہیں، بلکہ اس کا اصل مقصد تقویٰ ہے، یعنی اللہ نے جانوروں کی شکل میں جو نعمت ان کو بخشی ہے اس پر اس کا شکر بجالائیں اور اس کے نام پر ان کو ذبح کریں تاکہ دلوں سے مال کی محبت نکلے اور فاقہ کشوں کی بھوک مٹانے کا سامان ہو۔

اسلام کے تصور عبادت کی اس تفصیل و توضیح سے قارئین کو معلوم ہو گیا کہ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اس کا تصور عبادت زیادہ جامع اور ہمہ گیر ہے۔ یہ ایک موحدانہ تصور عبادت ہے جس میں شرک کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ اس میں عبادت کے اشکال و مراسم کے بجائے اس کی روح و کنہ (تقویٰ) کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں عبادت کے راہبانہ تصور کی مکمل طور پر نفی کی گئی ہے اور دین و دنیا کی تفریق کے قدیم مذہبی تصور کو ختم کر کے ہر اس کام کو، خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، عبادت قرار دیا گیا جو خدا کے حکم کے مطابق اس کی رضا کے لیے کیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر عبادت کا اطلاق کیا گیا اور ان کو مناسب اہمیت دی گئی ہے۔

لیکن اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ اسلام کا یہ وسیع تصور عبادت اب خود مسلم معاشرہ میں ایک اجنبی چیز بن چکا ہے۔ مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ کی پیروی میں عبادت گورسی پرستش اور اس کے چند ظاہری اعمال و رسوم کی انجام دہی تک محدود کر دیا ہے۔

معاملات زندگی میں خدا کی فرمان برداری اس کے دائرہ سے خارج ہے۔ غربا و مساکین کی خبر گیری سے، جسے اسلام میں عبادت کا درجہ حاصل ہے، اکثر مسلمان بالکل غافل ہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات ان کا غیر موحدانہ رویہ ہے۔ بہت سے مسلمان نمازیں پڑھتے ہیں، مگر بزرگان دین کے مزارات پر جا کر وہاں سجدے بھی کرتے ہیں اور ان کو کارساز سمجھ کر حاجت روائی کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ اس سے بڑی توہین عبادت اور کیا ہو گی۔ مختصر یہ کہ عبادت اب ایک رسمی عمل ہے اور اس کا مقصد صرف حصول ثواب ہے نہ کہ تقویٰ اور تزکیہ نفس۔